13

مسلمان غیروں کے مقابلے میں متحد ہو جائیں

(فرمودہ ۲۷-مارچ ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اگرچہ گلے کی خرابی کی وجہ سے میں زیادہ بول نہیں سکتا مگر میں سمجھتا ہوں یہ وقت اس قسم کا ہے کہ اپنی مجبوریوں کے باوجود بھی اب ہم سب کو کام کرنا پڑے گا اور گو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا مگر طاقت کا اندازہ بھی زمانوں کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ ایک شخص اگر بیمار پڑا ہو تو تھوڑے سے کام کے لئے بھی کوئی اسے نہیں کہے گا لیکن اسی گھر میں اگر آگ لگ جائے تو اسے بے اختیار اٹھ کر بھاگنا پڑے گا۔ اس وقت بھی اگرچہ وہ اپنی طاقت کے مطابق ہی کام کرے گا مگر اس وقت طاقت کا اندازہ بدل جائے گا گویا طاقت کا اندازہ بھی حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ ایک وقت تھوڑی کمزوری کے عذر کو بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے مگر دوسرے وقت اوسط درجہ کی کمزوری کا عذر ہی قابل سماعت ہوتا ہے اور معمولی کمزوری کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ پھر ایک وقت وہ بھی ہوتا ہے جب انتہائی کمزوری کا عذر ہی مانا جاسکتا ہے اور اس سے کم کا عُذر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ پس طاقتوں کے اندازے زمانہ کی حالت کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ یہی حال اس وقت ہے۔ اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے عموماً اور احمدیوں کے لئے خصوصاً اپنے نفسوں پر زور دینے کے دن ہیں۔ سیاسی خطرات اپنے ساتھ مذہبی خطرات بھی لارہے ہیں۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے اخبار "سٹیٹسمین" میں مسٹر گاندھی کا ایک انٹرویو شائع ہوا جس میں لکھا تھا سوراج کے زمانہ میں اگر غیر ملکی مشنری ہندوستانیوں کے عام فائدہ کے لئے روپیہ خرچ کرنا چاہیں گے تو اس کی تو انہیں اجازت ہوگی لیکن اگر وہ لوگوں کو

عیسائیت کی تبلیغ کریں گے تو میں انہیں ہندوستان سے نکل جانے پر مجبور کروں گا جس کے معنے سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتے کہ ہندوستانیوں کی اپنی حکومت کے زمانہ میں مذہبی تبلیغ بند ہو جائے گی کیونکہ اگر عیسائیت کی تبلیغ ممنوع ہوگی تو اسلام کی تبلیغ بھی یقیناً جاری نہیں رہ سکے گی اور مسٹر گاندھی اور ان کے چیلوں سے امید بھی یہی ہے کہ وہ مذہبی تبلیغ کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ اس بیان کے شائع ہونے کے بعد درد صاحب جو ان دنوں دہلی میں تھے گاندھی جی سے ملے اور ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے سوراجیہ میں مذہبی تبلیغ کی بندش کا اعلان کیا ہے۔ گاندھی جی نے اس سے انکار کر دیا لیکن درد صاحب نے جب اخبار نکال کر سامنے رکھا تو کہنے لگے ہاں ایسی گفتگو ہوئی تو ضرور تھی مگر میرا مطلب یہ نہ تھا جو شائع ہوا ہے بلکہ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو تبلیغ کرنا مناسب نہیں ہاں میرے جیسے لوگوں کو تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ عُذر گناہ بد تر از گناہ کا مصداق ہے اور اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ تبلیغ بند کر دی جائے گی۔ تعلیم یافتہ لوگوں تک تبلیغ کو محدود رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اعلان کر دیا جائے گا اس ملک میں صرف گاندھی جی، مسٹر پٹیل، پنڈت مالوی، پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر رنگاسوامی آئر وغیرہ چند ایک لوگوں کو ہی تبلیغ کی جاسکتی ہے باقی چونکہ سب جاہل ہیں اس لئے انہیں کسی قسم کی تبلیغ نہیں کی جاسکتی اور اس وقت تمام مبلّغوں کو سوائے اس کے چارہ نہ ہوگا کہ ان لوگوں کے دروازوں پر جاکر بیٹھے رہیں۔ اس پابندی کو مد نظر رکھتے ہوئے کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تبلیغ کی اجازت ہوگی۔ یہ تو تبلیغ کی بندش کا ایک نہایت نامعقول بہانہ ہے۔ پھر ایک اور غور طلب امر یہ ہے کہ گاندھی جی نے اَن پڑھوں اور جاہلوں کے اوپر اپنے آپ کو ہی رکھا ہے۔ گویا ان کے سوا یا ان جیسی شخصیت رکھنے والے چند ایک لوگوں کے سوا باقی تمام اہل ملک جاہل ہیں۔ لیکن اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جاہل سے ان کی مراد ادنیٰ اقوام ہیں تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان بیچاروں کو ہمیشہ کے لئے ہی اسی حالت میں رکھا جائے گا اور کبھی بھی چوہڑوں، چماروں، سانسیوں اور گونڈ بھیل وغیرہ اقوام کو علم و تہذیب نہ سکھائی جائے گی کیونکہ اگر کوئی سکھائے گا تو پھر یہی سوال پیدا ہوگا کہ کیوں سکھاتا ہے۔ کچھ سکھانا اگر امریکن مشنریوں کے لئے جُرم ہوگا تو مسلمان مبلغین کے لئے بھی جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ جو بات قانوناً جُرم ہو وہ سب کے لئے ہی جُرم ہوگی۔ یا پھر اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہندوؤں کو ہندو ہی سکھا سکیں گے اور یہ بھی تبلیغ کی بندش کے ہی مترادف ہے۔

غرضیکہ جو تغیرات ملک میں ہونے والے ہیں اور جو باتیں ظاہر ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حالات نہ بدلے اور ہندو لیڈروں کی دماغی حالت کی اصلاح نہ ہوئی تو ہندوستان میں ایک بھاری کشمکش شروع ہو جائے گی- لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اس کے لئے تیار ہیں؟ قطعاً نہیں- مسلمانوں کی حالت اس وقت بالکل بنیوں کی سی ہے- پہلے بنیوں کی جس حالت پر ہم ہنستے تھے اب بعینہٖ وہی حالت مسلمانوں کی ہو رہی ہے- بنیوں کا قاعدہ تھا کہ جب آپس میں لڑتے تو ایک دوسرے کو فحش گالیاں دیتے جو اس میں بڑھ جاتا اسے دوسرا کہتا اچھا اب گالی دو تو تمہیں بتاؤں پھر وہ دو چار گالیاں دے دیتا اور وہ کہتا اچھا اب دے کر دیکھ- وہ پھر گالیاں دے دیتا- اس پر کہتا اچھا اب دے کے دیکھو پنسیری مارتا ہوں یا نہیں- اس پر پنسیری اٹھا کر اسے حرکت دیتا- وہ پھر دو چار گالیاں دے دیتا اور کہتا پنسیری مار کے تو دیکھ- اب یہ مقابلہ شروع ہو جاتا- وہ کہتا مار پنسیری اور یہ کہتا تُو نکال گالی- اسی تقرار میں بہت سے ہندو جمع ہو جاتے اور سمجھتے بہت بڑا فساد ہو گیا ہے- مگر اب مسلمانوں کا یہی حال ہے- وہاں تو بنیا پنسیری مارتا نہیں تھا صرف ہاتھ میں پکڑ کر ہلاتا ہی تھا مگر اب جہاں بھی فساد ہو مسلمان مارے جاتے ہیں اور ہر فساد کے بعد مسلمان اعلان کر دیتے ہیں تم ہمیں جانتے نہیں ہم اچھی طرح تمہاری خبر لیں گے اور تمہیں بتا دیں گے کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے مگر معلوم نہیں ان کے بتانے کا وقت کب آئے گا- مالی طور پر وہ ہندوؤں کے غلام بن چکے ہیں، ذہنی طور پر ان کے زیر اثر ہیں، تعلیمی اور دنیوی ترقیات کا راستہ ہندوؤں نے ان پر بند کر رکھا ہے اور تبلیغ کہ یہی ان کی قومی ترقی کا واحد ذریعہ ہے اسے بھی بند کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں-

سوراجیہ مل جانے کے بعد اگر مسلمانوں نے اس پر شور و شر کیا تو گاندھی جی صاف کہہ دیں گے میں نے کوئی دھوکا تو نہیں کیا میں نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا جو "سٹیٹسمین" میں چھپ بھی چکا ہے- اس وقت ساری دنیا مسلمانوں کو ہی ملامت کرے گی کہ اگر تمہیں کوئی اعتراض تھا تو اس وقت کیوں نہ بولے- لیکن مسلمان ہیں کہ ہر طرف سے مار کھاتے ہیں مگر کہے یہی جاتے ہیں کہ اب مار کر دیکھو- آخر اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ انسان ہمیشہ کے لئے تو مار برداشت نہیں کر سکتا ایک دن خاتمہ ہو جائے گا اور آئندہ نسلوں کے لئے ان کا یہی فقرہ یادگار رہ جائے گا کہ اب مار کر دیکھو- لیکن کیا بعد میں آنے والے اس یادگار کو عزت و فخر کے ساتھ دیکھیں گے نہیں بلکہ اسے خفت کے ڈر سے چھپانے کی کوشش کریں گے- کیونکہ یہ بہادری نہیں بلکہ ذلت و رسوائی کے آثار

ہیں۔

یو۔پی میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر تشدد کے واقعات برابر ہو رہے ہیں۔ پہلے بنارس میں فساد ہوا۔ پھر آگرہ اور میرزاپور میں اور اب کانپور میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا ہے لیکن مسلمان ہیں کہ آرام سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں' بنارس والوں کو ہی مار پڑی ہے ہمیں تو کسی نے کچھ نہیں کہا حالانکہ جس جگہ بھی مارا گیا ہے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہی مارا گیا ہے۔ اور اگر اسی طرح ہوتا گیا تو آہستہ آہستہ سب کی باری آجائے گی۔ پس مسلمانوں کے زندہ رہنے کی یہی صورت ہے کہ وہ متحد ہوں۔ ایک مقام پر اگر مسلمانوں پر ظلم ہو تو تمام مسلمان اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر یہ سمجھ لیں کہ یہ ان پر نہیں بلکہ ہم پر ظلم ہوا ہے اور پھر جو کچھ ان کے اختیار میں ہو اور ان کے عقائد کے مطابق درست ہو اس کے مطابق اپنے بھائیوں کی امداد کریں ہاں کسی سے اس کے عقیدہ کے خلاف امید رکھنی درست نہیں۔ ہر جگہ کے مسلمان اگر اب بھی اس طرح کریں تو ان کا رُعب چونکہ ابھی باقی ہے گو طاقت جاتی رہی ہے وہ تباہی سے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ رُعب بھی ایک بہت بااثر چیز ہے۔ کہتے ہیں رستم کے گھر میں کوئی چور داخل ہو گیا۔ رستم اس وقت بوڑھا اور ضعیف ہو چکا تھا۔ چور نے اسے نیچے گرا لیا اور چھاتی پر بیٹھ کر تیار تھا کہ اس کا گلا دبا دے کہ اس نے کہا وہ رستم آگیا۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ چور خوفزدہ ہو کر اسے چھوڑ کر بھاگ گیا کیونکہ اسے تو وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ میں رستم کو گرا سکتا ہوں وہ تو یہ سمجھ کر کہ اس کا کوئی معمولی نوکر ہے اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا تھا۔ تو مسلمانوں کا رُعب ابھی تک باقی ہے مگر روز بروز وہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں اور اگر اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے وہ مار کھاتے رہے تو جو کچھ اپنے زمانہ میں سکھوں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اب ہندو کریں گے۔ اور جب کوئی قوم مار کھاتی جاتی ہے تو حکومت بھی اس کی کوئی مدد نہیں کرتی حکومت زبردست کا ساتھ دیتی ہے۔ دیکھ لو جہاں جہاں فسادات ہوئے مقدمات میں ہندو تو چھوٹ گئے مگر مسلمان پکڑے گئے حتیٰ کہ گواہیاں دینے والے مسلمان بھی دھر لئے گئے۔ ایک واقعہ تو ہمارے علم میں بھی ایسا ہوا۔ فسادات لاہور کے سلسلہ میں پہلے تو پولیس والے پیچھے پیچھے پھرتے تھے کہ لوگ گواہیاں دیں لیکن جب ایک مسلمان نے گواہی دی تو اسے بھی ایک اور مقدمہ میں پھانس دیا اور آخر وہ دس سال کے لئے جیل میں بھیج دیا گیا۔ تو گورنمنٹ بھی ایسے موقع پر زبردست کا ہی ساتھ دیتی ہے۔ ڈھاکہ' بنارس' آگرہ' میرزاپور وغیرہ سب جگہ یہی ہو رہا

ہے۔ اور اب بھی دیکھ لینا کانپور میں یہی ہو گا۔ ہندوؤں کے پاس روپیہ ہے' اثر ہے' ان کے وکیل ہیں' اتحاد اور اتفاق ہے مگر مسلمانوں کا کوئی جتھا نہیں۔ پھر ایسے فسادات کے موقع پر مسلمان تو اپنے بھائیوں کی مدد کرتے نہیں اور پولیس کا اپنا کوئی Interest ہوتا نہیں اس لئے مقدمات خراب اور ملزم بری ہو جاتے ہیں غرضیکہ یو۔پی میں مسلمانوں پر سخت مظالم ہو رہے ہیں۔ اور جب یہ وباء پھیل گئی تو یہ ایک ہی صوبہ سے مخصوص نہیں رہے گی بلکہ ہر جگہ پھیل جائے گی۔

پس میں احباب جماعت کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دن کام کرنے کے ہیں۔ ہم بے شک مذہبی طور پر پابند ہیں کہ قانون کی پابندی کریں مگر مجھے یقین ہے کہ ہم قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی گورنمنٹ پر زور ڈال سکتے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں۔ اسلام نے جب قانون کی پابندی کا حکم دیا ہے تو یقیناً ہماری مشکلات کے ازالہ کے لئے بھی راستہ رکھا ہے مگر ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عقل دی ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور اس وقت میں انہی صورتوں میں سے جو ہندوؤں کے مظالم سے پیدا ہو رہی ہیں ایک صورت کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں .جو خصوصیت سے احمدیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یوں تو وہ سب مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے مگر بیوقوفی کی وجہ سے بعض مسلمانوں میں یہ مرض ہے کہ اگر ایک کے ساتھ زیادتی ہو تو دوسرے خاموش ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اور مظلوم کی مدد نہیں کرتے۔ ہمارا دامن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے پاک ہے۔ جب بھی کسی پر کسی قسم کا ظلم ہوا ہم نے اس کی ہر جائز طریق سے مدد کی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ باقی مسلمانوں کو بھی سمجھ دے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ سرحد میں سنیوں نے جب شیعوں پر ظلم کیا اور ان کو وہاں سے نکال دیا تو ہندوستان کے سنی کچھ نہ بولے بلکہ ان میں سے بعض سنیوں سے کسی نہ کسی رنگ میں اظہار ہمدردی کرتے رہے اور اگرچہ ہم بھی سنی ہیں کیونکہ شیعوں سے خلافت کے مسئلہ میں ہمارا اتفاق نہیں مگر میں نے شیعوں سے ہمدردی کا اظہار کیا جس کا شیعوں پر اثر ہوا اور بعض دوسرے مواقع پر انہوں نے مجھے بھی ہمدردی کے خطوط لکھے۔ پس چاہئے کہ غیر کے مقابل پر تمام مسلمان متحد ہو جائیں۔ اگر شیعوں پر ہندو ظلم و ستم کریں تو سنی شیعوں کا ساتھ دیں اور اگر حنفیوں پر کوئی زیادتی ہو تو اہلحدیث ان کی مدد کریں اسی طرح سب غیر کے مقابل پر آپس میں متحد ہو جائیں۔ اگر مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں ایک ایسا سمجھوتہ کرنا چاہئے کہ اگر دیگر اقوام کی طرف سے کسی اسلامی فرقہ پر ظلم ہو تو خواہ اندرونی طور پر اس سے کتنا ہی شدید اختلاف کیوں

نہ ہو اس موقع پر سب کو متفق ہو جانا چاہئے- یہی وہ چیز تھی جس نے ابتدائی زمانہ اسلام میں باوجود مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے انہیں نقصان سے بچائے رکھا- حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں شدید اختلاف تھا مگر جب شاہ روم کے حملہ کا علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے انہیں لکھا اگر تم نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا تو اگرچہ علیؓ سے میری لڑائی ہے مگر اس کی طرف سے پہلا جرنیل جو تمہارے مقابل پر آئے گا وہ معاویہ[1] ہو گا- اس سے وہ ایسا ڈرا کہ مسلمانوں کی باہم پندرہ بیس سال تک لڑائیاں ہوتی رہیں مگر اسے جرأت نہ ہوئی کہ حملہ کرے حالانکہ مسلمان اس وقت اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ روم کی چوتھائی طاقت بھی انہیں مغلوب کر سکتی تھی- اللہ تعالیٰ کا منشاء کیا تھا اس کا تو علم نہیں لیکن ظاہری سامانوں کے لحاظ سے یہی حالت تھی مگر چونکہ ان کے اندر قومی روح زبردست تھی اس لئے باوجود کمزوری کے دشمن خم کھاتے تھے- آج بھی اگر یہی روح پیدا ہو جائے اور سب مسلمان مخالفوں کے مقابل پر اکٹھے ہو جائیں تو کسی کو ان پر تعدّی کرنے کی جرأت نہ ہو- مسلمانوں کے بزرگوں کی ہتک ہو تو سب متفقہ آواز اٹھائیں- رسول کریم ﷺ کی ہتک کی جائے تو اس صورت میں تو سب اکٹھے ہو ہی جاتے ہیں اگرچہ بعض ایسے بھی ہیں جو اس حالت میں بھی دیکھتے ہیں کہ کس مضمون کے جواب میں یہ ہتک ہوئی ہے اور اسوقت بھی اس قسم کے بہانے تلاش کرتے ہیں کہ اگر اپنے آدمی پر حملہ کیا جائے تو بہتر ہے- لیکن رسول کریم ﷺ کی ذات سے اتر کر اگر کسی اسلامی بزرگ پر حملہ کیا جائے تو بھی سب بیزاری کا اظہار کریں- مسلمان بادشاہوں پر چاروں طرف سے حملے ہوتے ہیں- سیواجی ایک ڈاکو تھا اور اورنگ زیب ایک بادشاہ مگر اورنگ زیب پر ہر سال بیشمار حملے ہوتے ہیں مگر گورنمنٹ کی رگِ انتظام کبھی نہیں پھڑکتی لیکن سیواجی کو ڈاکو لکھنے پر اخبارات سے نوٹس لے لیتی ہے اور مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتی ہے- حتیٰ کہ امتحان کے پرچوں میں مسلم بادشاہوں کو گالیاں دی جاتی ہیں مگر گورنمنٹ کوئی نوٹس نہیں لیتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ مسلمان شور نہیں ڈالیں گے- اور مسلمان شور کیا ڈالیں گے جب ان کے اپنے اندر ایسے بے غیرت لوگ موجود ہیں جو خود انکے خلاف مضامین شائع کرتے ہیں- غرض گورنمنٹ اورنگ زیب کی ہتک پر تو کوئی نوٹس نہیں لیتی مگر سیواجی کو ڈاکو لکھنے پر مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتی ہے حالانکہ اس میں کیا شک ہے کہ وہ ایک باغی اور ڈاکو تھا اور ایسا ہی ڈاکو تھا جیسا سُندر سنگھ وغیرہ ڈاکو گذرے ہیں- اگر یہی سُندر سنگھ ذرا اور طاقت پکڑ کر کسی ایک ضلع پر قابض ہو جاتا تو اس کی وہی حیثیت ہوتی جو سیواجی کی تھی- لیکن کیا انگریز اس بات کو پسند

کریں گے کہ ان کی حکومت کو تو گالیاں دی جائیں اور سُندر سنگھ کی عزت کی جائے۔ مگران کا اپنا رویہ یہی ہے کہ وہ مسلمان بادشاہوں کی ہتک پر تو خاموش رہتے ہیں مگر سیواجی کو ڈاکو لکھنے پر نوٹس لیتے ہیں حالانکہ اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ سیواجی ایک ڈاکو تھا اور اس نے دھوکا سے ایک اسلامی جرنیل کو قتل کر دیا۔

پھر اگر سیواجی باغی نہیں تھا تو بھگت سنگھ کیوں ہے۔ اگر سیواجی کو محب وطن سمجھا جائے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ بھگت سنگھ کو پھانسی دیا جاتا۔ سیواجی کیا تھا اپنے زمانہ کا بھگت سنگھ اور سکھدیو تھا اس سے زیادہ اس کی اصلیت کچھ نہیں گورنمنٹ اگر اس کی حمایت اور تائید کرتی ہے تو بھگت سنگھ وغیرہ کو پھانسی دینا ظلم ہے۔ اور سوچنے کی بات ہے کہ اگر انگریزوں کا باغی سزائے پھانسی کا مستحق ہے تو مسلمان بادشاہ کے باغی کی عزت کیوں کی جاتی ہے اور اگر اسے کوئی باغی یا ڈاکو کہہ دے تو اسے کیوں نوٹس دیا جاتا ہے کہ تم پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کوئی آدمی لاٹھی لے کر کھڑا ہو گیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اگر روٹی پکاتے وقت تمہاری کہنیاں ہلیں تو میں لاٹھی ماروں گا حالانکہ جو روٹیاں پکائے گا اس کی کہنیاں ضرور ہلیں گی اور اس پر سزا دینا کوئی عقلمند جائز نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح جو ڈاکے ڈالے گا اسے ڈاکو ہی کہا جائے گا اور کوئی سمجھدار اسے قابل تعزیر قرار نہیں دے سکتا۔ دنیا میں ڈاکے ڈالنے والے کو ڈاکو ہی کہا جاتا ہے کوئی اسے ولی اللہ نہیں کہہ سکتا۔ اگر سیواجی کو ولی اللہ کہا جائے تو بھگت سنگھ، سکھدیو، راجگورو اور غدر کے سب باغی ولی اللہ قرار پائیں گے۔ جو گورنمنٹ سیواجی کو باغی اور ڈاکو کہنے پر نوٹس لیتی ہے وہ گویا ملک کو تعلیم دیتی ہے کہ باغی اور ڈاکو قابل عزت ہستیاں ہیں اور اس طرح خود نوجوانوں کے اندر باغی بننے کا اشتیاق پیدا کرتی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ بھگت سنگھ وغیرہ باغی خود گورنمنٹ کی اس رَوش نے پیدا کئے ہیں کہ وہ سیواجی وغیرہ باغیوں کی عزت کو قائم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے وہ اپنے عمل سے ثابت کر رہی ہے کہ اورنگ زیب کو جو چاہے کہہ لو مگر سیواجی کی شان میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے بھی بڑھ کر گورنمنٹ کی غفلت شعاری کی مثال دیکھو بنگال میں ایک خبیث اور بد باطن نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ولد الزنا لکھا ہے مگر حکومت نے اس پر کوئی نوٹس نہیں لیا۔ یہاں پنجاب میں ایک شخص حضور علیہ السلام کے اخلاق اور ننگ و ناموس پر نہایت کمینہ اور دل آزار حملے کر رہا ہے گورنمنٹ کو بارہا توجہ دلائی گئی اور کئی بار کہنے کے بعد اس نے اطلاع دی ہے کہ

اسے تنبیہ کردی گئی ہے مگر وہ برابر لکھتا جارہا ہے۔ اسی طرح بٹالہ سے نہایت گندے اور اشتعال انگیز اشتہار آئے دن نکلتے رہتے ہیں مگر حکومت ٹس سے مَس نہیں ہوتی لیکن الفضل میں لیکھو لکھ دیا گیا تو حکومت نے اس پر نوٹس لیا کہ ایسا کیوں لکھا گیا ہے حالانکہ صاف بات ہے کہ جوتی کو جوتی ہی کہا جائے گا اور لکڑی کو لکڑی اور پانی کو پانی ہی کہا جائے گا۔ کوئی عقلمند پانی کو جناب معلّی القاب کس طرح کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح لیکھو کا نام ہی جب لیکھو تھا تو اسے اور کیا کہا جائے۔ اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس کا نام ہی لیکھو تھا میں نے چند حوالے نکلوائے ہیں جنہیں ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔ آریہ اسے شہید کہتے ہیں اور ہم بھی اس کی شہادت کے قائل ہیں کیونکہ اس کی موت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر شہادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی موت کا نام آیۃ اللہ رکھا ہے لیکھو بھی قیامت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی شہادت دے گا اس لئے وہ بے شک شہید ہے مگر عبرت کے لئے اور لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کیسی ہوتی ہے۔ آریہ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کا الزام لگاتے رہتے ہیں مگر گورنمنٹ کی رگِ حمیت میں کبھی جوش نہیں آیا صرف اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں اور قانون کے مطابق عمل کرتے ہیں اس لئے اسے ہمارے احساسات کی کوئی قدر نہیں۔ یا پھر اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم اقلیت میں ہیں۔ سابق گورنر پنجاب نے روبرو بھی کہہ دیا تھا کہ ہم اقلیتوں کے احساسات کا کوئی پاس نہیں کر سکتے۔ اس وقت تو میں نے اور رنگ میں جواب دیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہے کہ پھر حکومت کو بھی اقلیتوں سے مدد کی کوئی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ ہم جس انسان کو اپنا امام سمجھتے ہیں اور جس کی خاطر اپنی جان و مال ننگ و ناموس قربان کر دینا سعادت دارین یقین کرتے ہیں جسے ہم دنیا کا نجات دہندہ مانتے ہیں جس کا دعویٰ تھا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے اور جس نے دنیا کو چیلنج دیا کہ میرے مقابل پر روحانی علوم پیش کرے اس کے مقابل میں لیکھرام کی کیا حقیقت ہے۔ لیکن آریہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قاتل کہتے جائیں تو گورنمنٹ کو کوئی جوش نہیں آتا مگر لیکھو کہنے پر وہ سمجھتی ہے بہت ہتک ہوگئی۔ حالانکہ اس کا نام ہی لیکھو تھا اگر اس کا نام لیکھرام ہوتا تو میں سمجھتا ہوں پھر بھی لیکھو کہنے میں چنداں حرج نہ تھا۔ کیونکہ ہندوؤں میں نام کو چھوٹا کر کے پکارا جاتا ہے مگر اس کا نام ہی لیکھو تھا چنانچہ اس "شہید" کے متعلق جو شہادت تھا اس امر کی کہ آریہ مت خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ان کی پارٹی کے لیڈر لالہ منشی رام جو بعد میں سوامی شردھانند کے نام سے مشہور

ہوئے لکھتے ہیں

"پشاور میں آریہ سماج تو قائم ہوا۔ مگر اس کی وسعت لیکھرام سے باہر نہ تھی جن کو مرنے کے بعد دھرم کی مورتی مانا گیا۔ اور جن کے نام کے ساتھ لفظ پنڈت خود اپنے آپ کو باعزت سمجھتا تھا۔ انہیں اس وقت "لیکھو" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ "مایہ تیرے تین نام۔ پرسو۔ پرسا۔ پرسرام"۔ اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ اپنا آپ قربان کردینے والے لیکھرام بھی لیکھو سے لیکھرام اور پھر "دھرم ویر پنڈت لیکھرام بن گئے۔"

پھر لکھا ہے

"لیکھو مہاشہ اس وقت پشاور شہر میں مائی رنجی کی دھرمشالہ میں رہتے تھے۔ اسی جگہ آریہ سماج کے ہفتہ واری نہیں بلکہ روزانہ اجلاس ہونے لگے نہ کوئی نوٹس لگایا جاتا اور نہ ہی ڈھنڈورا پٹوایا جاتا۔ ویدک دھرم کا سپاہی لیکھو اپنے تین چار دوستوں کو سمجھانے بیٹھتا۔ پانچ میں سے چار دوستوں کو تو سمجھالیا اور وہ خدا خدا کہلانے سے شرمندہ ہو کر ایشور کی پناہ میں آگئے۔ مگر پانچواں کٹر ہمہ اوستی تھا۔ جس نے لیکھو کو بھی ہمہ اوست کا سبق پڑھایا تھا۔ جب کسی طرح بھی قابو نہ آیا تو "لیکھو" سے لیکھرام بنے ہوئے دوست نے کہا "کمبخت تیری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تب بھی ہماری خاطر سے ہی آریہ بن جا۔ مجلس احباب تو نہ ٹوٹے گی"۔[۲]

دیکھو اس کے سوانح لکھنے والا اور ان کی پارٹی کا لیڈر تو کہتا ہے کہ اس کا نام ہی لیکھو تھا۔ مگر گورنمنٹ کہتی ہے لیکھو لکھ دینے سے سخت ہتک ہوگئی اور تم نے لیکھو لکھ کر سخت جرم کردیا۔ ایک مثل مشہور ہے کسی شخص کا نام تھا کالو۔ وہ ٹھیکیداری کرتا تھا۔ جب کچھ روپیہ پیسہ اس کے پاس ہوگیا تو اس نے اپنا نام محمد کالو رکھ لیا۔ ایک لطیفہ گو مسلمان نے یہ دیکھ کر اسے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو کالو کی کوئی مناسبت نہیں اگر تمہیں نام کو لمبا کرنے کا ہی شوق ہے تو ہم تمہیں تین دفعہ کالو کالو کالو کہہ دیا کریں گے۔ اسی طرح اگر گورنمنٹ کو یہ شوق ہے کہ لیکھو کا نام لمبا کرکے لیا جائے تو جب تک آریہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کا الزام لگانا نہیں چھوڑتے اس وقت تک ہم تین دفعہ لیکھو لیکھو لیکھو تو کہہ دیا کریں گے مگر لیکھرام نہیں کہہ سکتے۔ جب تک ہمارے بزرگوں کی عزت قائم نہیں ہوتی ہم بھی دوسروں کی عزت نہیں کریں گے۔

گورنمنٹ کا کوئی قانون نہیں کہ لیکھو کو لیکھو نہ کہا جائے۔ اس لئے ہم لیکھو کہہ کر کسی قانون شکنی کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک آریہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کا الزام لگانے سے باز نہ آجائیں برابر کہتے جائیں گے۔ اور اگر حکومت نے اس رویہ کو نہ بدلا اور لیکھو کے چیلوں کو اس شرارت سے باز نہ رکھا تو آج سے ایک ماہ بعد میں اپنی جماعت سے ایک ہزار ایسے آدمیوں کا مطالبہ کروں گا جو ان کے لیڈروں کے حالات اصلی صورت میں شائع کریں۔ اور اگر اس کے بدلہ میں گورنمنٹ انہیں جیل میں بھیجنا چاہے تو بخوشی چلے جائیں۔ ہر ہفتے ہم ایسے اشتہار شائع کریں گے اور تمام شہروں میں انہیں تقسیم کریں گے۔ یہاں تک کہ آریہ محسوس کرلیں کہ جیسے لیڈر ان کے ہیں ویسے ہی ہمارے بھی ہیں اور گورنمنٹ بھی محسوس کرے کہ جیسے احساسات ان کے ہیں ویسے ہی ہمارے بھی ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ ہم تھوڑے ہیں ہمارے احساسات کی پرواہ نہیں کی جاتی لیکن مسلمان کبھی تھوڑے نہیں ہو سکتے اور مومن کبھی بزدل نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تو میں اس وقت بچہ ہی تھا مگر میں نے آپ کی لاش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر اقرار کیا تھا کہ اگر میں اکیلا بھی رہ جاؤں گا تو بھی احمدیت کی اشاعت کروں گا اور تمام دنیا کا مقابلہ کروں گا اور میں اسی ارادہ اور اسی امنگ کی توقع ہر احمدی سے کرتا ہوں۔ کوئی بزدل احمدی نہیں ہو سکتا جو دین کی خاطر جان دینے کے لئے تیار نہیں وہ علیحدہ ہو جائے اور قید تو کوئی چیز ہی نہیں اگر کسی کے اندر کمزوری یا بزدلی ہے تو مومنوں سے اس کا جوڑ نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

"اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو وہ مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے جنگل اور پُر خار بادیہ در پیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت میں نہ لوگوں کی سب و شتم میں۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔" [۳]

پس اگر کوئی احمدی ایسا ہے جو مار کھانے یا جیل جانے سے ڈرتا ہے تو وہ ہٹ جائے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تذلیل برداشت کر سکیں۔ قانون کے اندر رہتے ہوئے جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے اس سے ہرگز دریغ نہیں کریں گے اور اگر ہمارے اس رویہ کی وجہ سے غیر قومیں ہمارے خون کی ندیاں بھی بہادیں تو ہم پرواہ نہیں کریں گے۔ اور یہ ظاہر

ہے کہ اگر ہم نے جواباً ان کے بزرگوں کے پوست کندہ حالات شائع کئے تو وہ اسی طرح ہمارا خون بھی بہائیں گے جس طرح بنارس، آگرہ، میرزاپور اور کانپور وغیرہ میں مسلمانوں کا بہایا ہے مگر ہم سب مظالم برداشت کریں گے لیکن اپنے بزرگوں کی عزت قائم کرکے دم لیں گے۔ اگر آریہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے بزرگوں کی عزت کریں اور اگرچہ پیشگوئی کے واقعات کو ہم چھپا نہیں سکتے۔ مگر ان کی خاطر لیکھو کو پنڈت لیکھرام صاحب لکھا کریں تو اس کی یہی صورت ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قاتل کہنے سے باز آجائیں۔ یا پھر اگر ان کی رگوں میں شرافت کا خون ہے تو ثابت کریں کہ آپ قاتل تھے ورنہ اس شرارت اور خباثت سے باز آجائیں نہیں تو پھر ہم ان کے تمام پُرانے سے لے کر نئے راہنماؤں اور لیڈروں تک سب کی دھجیاں ایسی اڑائیں گے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ ان پر ہنسے گا۔ ہم گورنمنٹ کے نوٹسوں سے قطعاً نہیں ڈرتے۔ سب سے پہلے تو میرا یہ خطبہ شائع ہو گا جس میں میں نے کئی بار لیکھو کو لیکھو کہا ہے اور آئندہ بھی ہم برابر اس وقت تک کہتے جائیں گے جب تک گورنمنٹ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت کو اسی طرح قائم کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو گی جس طرح وہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی کر رہی ہے۔ مباہلہ والوں کو ہی دیکھ لو اب گورنمنٹ نے ان پر مقدمہ چلایا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے دو سال تک نہایت گندے اور ناپاک حملے کرتے رہے۔ گویا لاکھوں احمدیوں کی دل آزاری کے لئے گورنمنٹ کے اندر کوئی حمیت نہیں مگر لیکھو کے لئے بہت ہے۔ اخبار زمیندار مجھے ہمیشہ موسیو مرزا لکھتا ہے مگر کبھی حکومت نے کوئی نوٹس نہیں لیا مگر لیکھو لکھنا وہ گوارا نہیں کرسکتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ آریہ شورش بپا کردیتے ہیں اور احمدیوں نے کبھی گورنمنٹ کی پریشانی میں اضافہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ شرفاء کا قاعدہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے محسن کی قدر کرتے ہیں مگر افسوس کہ گورنمنٹ ایسا نہیں کرتی اور مجھے مزید افسوس اس وجہ سے ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے موجودہ ارکان سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ وہ سب کے سب شریف لوگ ہیں مگر ان کی موجودگی میں ایسی صریح ناانصافی نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ گورنر پنجاب کو میں جانتا ہوں وہ بہت اچھے آدمی ہیں اور ہر ایک شریف آدمی انکی دوستی پر ناز کرسکتا ہے۔ وہ انگریزی تہذیب کا نمونہ ہیں۔ فائننس ممبر ایک نہایت شریف انگریز ہے۔ جن کے خلاف میں پہلے بہت کچھ سنا کرتا تھا لیکن واقفیت کے بعد میں انہیں نہایت ہی شریف انسانوں میں سے سمجھتا ہوں اور ان کے اس وقت اس عہدہ پر تقرر کو ملک کی خوش قسمتی خیال کرتا ہوں ہوم

سیکرٹری کو میں ہمیشہ سے اپنے دوستوں میں سمجھتا ہوں اور انہوں نے بھی ہمیشہ مجھے اور جماعت احمدیہ کو ایسا ہی سمجھا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمان بھی نہیں مگر میں اپنے تجربہ کی بناء پر ان پر اسی طرح اعتبار کرتا ہوں جس طرح ایک احمدی پر۔ ریویو نیو ممبر ایک مسلمان ہیں جو گو ہماری جماعت میں شامل نہیں لیکن سعید نوجوان ہیں اور ہمیں ان کی نسبت بہت کچھ امید ہے اور میں ان کے مستقبل کی نسبت بعض خاص وجوہ سے خاص دلچسپی رکھتا ہوں۔ پس میں ان لوگوں کی موجودگی میں ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا کہ باوجود واقعات کا علم ہونے کے انہوں نے یہ قدم اٹھایا ہے یقیناً انہیں دھوکا دیا گیا ہے۔ انہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ آریوں نے پہلے یہ شرارت کی ہے۔ اور نیز انہیں یہ دھوکا دیا گیا ہے کہ لیکھو کا نام لیکھرام تھا ورنہ میں ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا کہ وہ یہ فیصلہ کرتے کہ آریہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قاتل کہے جائیں لیکن کوئی نوٹس نہ لیا جائے اور احمدی اگر لیکھو کو لیکھو لکھیں تو فوراً انہیں وارننگ دی جائے۔ پس میں ان ذمہ دار اصحاب کو بتانا چاہتا ہوں کہ قطع نظر آریہ سماج کے باغیانہ رویہ اور ہماری خدمات سے انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آریہ لوگ اپنی خباثت سے ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قاتل لکھتے ہیں اور اب بھی انہوں نے ایسا کیا ہے۔ پس اس کے جواب میں ہمارا حق ہے کہ جبکہ گورنمنٹ ان کا منہ بند نہیں کرتی ہم ان کا منہ بند کریں۔ اسی طرح یہ واقعہ ہے کہ لیکھو کا اصل نام لیکھو تھا اس میں ان کی کوئی ہتک نہیں۔ نام ماں باپ رکھتے ہیں انہوں نے لیکھو نام رکھا تو یہ ان کے وقت کے معیار کے مطابق تھا۔ آریہ لوگ اس نام کو بدلنے کا پورا حق رکھتے ہیں لیکن وہ دوسروں کو مجبور نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ اپنے رویہ کو بدل کر اخلاقی حق پیدا نہ کرلیں۔ پھر تعجب ہے باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد کا نام غلام مرتضٰی تھا۔ اور بھائی کا نام غلام قادر اور آپ کا اپنا نام بھی اسی سلسلہ میں تھا مگر بٹالہ یا کسی اور جگہ سے ایک اشتہار شائع ہوا کہ آپ کا نام سندھی تھا۔ گورنمنٹ کو متواتر توجہ دلائی گئی مگر اس نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ اس شخص کے لئے اسے کوئی جوش نہیں آتا جس کے احسان کے نیچے گورنمنٹ کا پورا پورا دبا ہوا ہے۔ ۱۸۷۰ء سے اس وقت تک اس کا خاندان اور اس کا سلسلہ گورنمنٹ پر احسانات کر رہا ہے اور ان ساٹھ سالہ احسانات کے صلہ میں گورنمنٹ کا ایک پائی کا احسان بھی ہم پر نہیں۔ اگر گورنمنٹ یہ ثابت کردے کہ ہم نے کبھی اس سے ایک پیسے کے دسویں حصہ کا بھی احسان قبول کیا ہے تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ گورنمنٹ ہمارے

خاندان اور سلسلہ کے احسانات کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ایسے محسن خاندان کے فرد اور ایسے محسن سلسلہ کے بانی کو لوگ سندھی کہیں۔نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ولد الزناء کہیں۔اور دوسرے اتہامات لگائیں تو گورنمنٹ کو کوئی جوش نہیں آتا لیکن لیکھو کو اگر لیکھو کہا جائے تو اسے بہت غیرت آتی ہے۔فساد کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔اورنگ زیب کو بے شک جو کچھ کوئی چاہے کہتا جائے اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ایک ڈاکو کو ڈاکو کہنا برداشت نہیں کر سکتی۔حالانکہ اگر سیواجی قابل اعزاز ہے تو بھگت سنگھ اور اس کے ساتھی بھی عزت کے قابل ہیں۔اس نے سیواجی ایسے باغیوں کی حمایت کر کے خودا پنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے اور نوجوانوں کو بغاوت پر آمادہ کیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ وہ کلرک یا سپرنٹنڈنٹ جس نے الفضل کا وہ پرچہ افسران بالا کے پیش کیا جس میں لیکھو لکھا گیا تھا اس خطبہ پر بھی نشان کر کے پیش کرے گا اور اس وقت حکومت پنجاب کے ارکان کو جنہیں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ بہت شریف آدمی ہیں سمجھ آجائے گی کہ ہمارے دل ان باتوں سے کس قدر رنجیدہ ہیں۔بے شک ہم گورنمنٹ کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ ہماری حسیات مُردہ ہیں۔مومن ہونے کی وجہ سے ہمارے احساسات اور جذبات دوسروں سے کئی گنا زیادہ تیز ہیں۔ہم سب اقوام کے بزرگوں کی عزت کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر ہمارے بزرگوں کی کوئی تحقیر کرے گا تو ہم ان کے لیڈروں کو سانپوں، بھیڑیوں اور ذلیل کیڑوں سے بھی زیادہ حقیر دیکھیں گے اور ایسا سبق دیں گے کہ قیامت تک یاد رکھیں گے۔ہمیں جو گالیاں چاہے دے لے مگر اپنے بزرگوں کی شان میں ہم ادنیٰ سے ادنیٰ ہتک بھی برداشت نہیں کر سکتے۔قتل سے زیادہ سنگین الزام کسی شریف آدمی پر اور کیا لگایا جا سکتا ہے اگر آریہ سمجھتے ہیں یہ الزام صحیح ہے تو وہ ثابت کریں۔اور اگر گورنمنٹ بھی واقعی آپ کو قاتل سمجھتی ہے تو اس نے کیوں چھوڑ دیا۔اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خود قاتلوں اور مجرموں کی طرفدار ہے۔لیکن اگر وہ نہیں سمجھتی تو اس کا فرض ہے کہ آریوں کو اس بہتان طرازی سے روکے۔پس ہم ہرگز ایسے نوٹسوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ہم قانون کی پابندی کرتے ہیں۔گورنمنٹ اگر کوئی قانون بنائے گی کہ لیکھو کو لیکھو نہ کہا جائے تو خدا تعالیٰ ہمارے لئے کوئی اور راہ نکال دے گا جس سے ہم آریوں کی دُکھتی رگ کو پکڑ سکیں گے کیونکہ اسلام کوئی حکم ایسا نہیں دیتا جس سے مشکلات میں اضافہ ہو جائے۔اگر اس نے قانون کی پابندی کا حکم دیا ہے تو ایسے راستے بھی بتائے ہیں کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنی غیرت کا ثبوت دے سکیں۔اسلام کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کہہ

سکتا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازے گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف تو وہ ہماری زبان بندی کر دے اور دوسری طرف حکم دے کہ غیرت دکھاؤ۔ اس لئے آریوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہم بیشک قانون کی پابندی کریں گے مگر اس کے باوجود ان کی دُکھتی رَگ کو پکڑ سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ سیدھے ہو جائیں۔

میں اپنے مصنّفین کو اجازت دیتا ہوں کہ بداخلاقی کو چھوڑ کر وہ جیسا سخت چاہیں لکھیں میری طرف سے انہیں اجازت ہے۔ باقی رہا گورنمنٹ کا معاملہ سو وہ ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ قانون کی پابندی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ تم قید سے ڈرو۔ اگر تم نے کوئی جرم نہیں کیا اور اظہار صداقت کے جرم میں تمہیں جیل جانا پڑے تو بھاگے ہوئے جاؤ۔ لیکن وہی شخص قلم اٹھائے جو جماعت سے کوئی امداد نہ لے۔ جو ڈیفنس وہ خود پیش کر سکتا ہے کرے اور اگر اس میں استطاعت نہیں اور وہ ایسا نہیں کر سکتا تو خاموشی کے ساتھ جیل میں چلا جائے اور سزا بھگت لے۔ تمہارا فرض صرف یہ ہے کہ قانون کی پابندی کرو۔ خدا نے بھی 'اسلام نے بھی' بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی اس کا حکم دیا ہے اور میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں لیکن اگر تم کوئی ایسا فعل کرتے ہو جو قانوناً ممنوع نہیں بلکہ گورنمنٹ کہتی ہے کہ تم نے جرم کیا ہے۔ مثلاً کوئی ایسا قانون موجود نہیں کہ لیڈروں کے خلاف سختی سے مت لکھو بلکہ گورنمنٹ کہتی ہے جو ایسا کرے گا اسے ہم پکڑ لیں گے اس لئے اگر ضروری ہو تو لکھو اور سزا بھگت لو۔ ہاں اگر گورنمنٹ یہ قانون بنا دے کہ کوئی شخص فلاں فلاں لفظ مت استعمال کرے تو اس وقت بے شک تم لکھنا چھوڑ دو اور اپنے لئے اور راستہ تلاش کرو۔ جماعت کے لوگوں کو دلیری دکھانی چاہئے۔ میں نے سنا ہے بعض کو کہا گیا کہ تبلیغ کے لئے جاؤ تو انہوں نے کہا سکھوں کے گاؤں ہیں وہاں تکلیف کا خوف ہے۔ میں کہتا ہوں لعنت ہے ایسی احمدیت پر۔ تمہارے اندر تو یہ جرأت ہونی چاہئے کہ ایک آدمی پر اگر ایک سارا سکھ گاؤں حملہ کرے تو وہ اکیلا سب کو بھگا دے۔ تمہارے ذمہ نہ صرف اپنی بلکہ تمام مسلمانوں کی حفاظت ہے۔ جو لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ان کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔ اس لئے دلیر بنو اور جرأت دکھاؤ۔ چونکہ پہلے کی طرح کے مظالم کا زمانہ اب قریباً ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے میں دیکھتا ہوں بعض تم میں سے بزدل ہوتے جاتے ہیں۔ پہلے دنوں میں یہ حالت نہ تھی۔

میں چھوٹا تھا اور بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ بعض احمدی ایک جگہ بھرتی ڈس رہے تھے کہ کچھ سکھوں نے انہیں روکا۔ مجھے یاد ہے بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اکیلے ان کے درمیان کود پڑے اور کہا ایک مسلمان دس پر بھاری ہوتا ہے آئے جو سامنے آتا ہے۔ یہ فقرہ میں نے اسی وقت سب سے پہلے سنا اور حدیثوں میں بعد میں پڑھا اس پر سب بھاگ گئے۔ پس ایسے بزدلوں کے لئے جو کہتے ہیں سکھوں کے گاؤں ہیں اس لئے ہم تبلیغ کے لئے نہیں جاسکتے احمدیت میں کوئی جگہ نہیں۔ تم میں سے ہر ایک کے اندر یہ جرأت ہونی چاہئے کہ وہ ہزار غیر مسلموں پر بھی فتح پائے گا یا بہادروں کی طرح لڑتا ہوا جان دیدیگا۔ اگر تمہارے اندر یہ ہمت اور جوش پیدا ہو جائے تو موجودہ تعداد سے نصف ہوتے ہوئے بھی دنیا کو فتح کر سکتے ہو۔

پس ادھر اگر میں گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہمارے احساسات کا خیال رکھے تو دوسری طرف آریوں کو بھی یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کے لیڈروں کی ہم عزت کریں تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب کریں اور ان پر جھوٹے اتہام لگانا چھوڑ دیں۔ ورنہ ہم گورنمنٹ کی وارننگز سے نہیں ڈرتے۔ ہمارے گورنمنٹ سے دو تعلق ہیں۔ ایک اطاعت کا وہ ہم ہر حالت میں کریں گے۔ دوسرا اپنا راستہ چھوڑ کر بھی مدد کرنے کا وہ ہمارا احسان ہے اور وہ کام اسی وقت کریں گے جب کہ گورنمنٹ ہمارے احساسات کا اور مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ہندو کلرکوں کی شرارت ہے۔ یا ممکن ہے کسی مسلمان کی ہی ہو کیونکہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جن کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کہا تھا اماں اماں اگر میں تھانیدار ہو گیا تو پہلے تجھے ہی حوالات میں ڈالوں گا۔ ایسے مسلمان اپنا بڑا کارنامہ یہی سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک اپنی رواداری کے اظہار کا یہی ذریعہ ہے کہ خود مسلمانوں کے خلاف حکام سے شکایات کریں۔ بہر حال کچھ بھی ہو مجھے امید ہے افسران بالا کا اس میں دخل نہیں۔ یہ ماتحتوں کی شرارت ہے اور گورنمنٹ کو جب حالات کا علم ہو گا تو وہ اس پر ضرور نادم ہو گی اور اگر نہیں تو اسے یاد رکھنا چاہئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفاء کی عزت قائم کرنے کے لئے احمدی ہر وقت تیار ہیں۔ اور خواہ انہیں کسی قسم کی قربانی کرنی پڑے وہ ہرگز پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ بے شک ہم فتنہ و فساد نہیں پیدا کریں گے لیکن پھر بھی ایسے راستے ہیں کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی ہم اپنے بزرگوں کی تحقیر کرنے والوں کو ایسی دکھتی رگ سے پکڑ سکیں کہ انہیں ہوش آجائے۔ میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ بہادری نہیں کہ کسی پر

حملہ کیا جائے۔ میرے نزدیک قوم کی اخلاقی زندگی جسمانی زندگی سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ میں یہ تو پسند کروں گا کہ جسمانی طور پر اسے پیس ڈالا جائے بجائے اس کے کہ اس کے اخلاق بگاڑ دیئے جائیں اس لئے میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم میں سے کوئی اخلاقی کمزوری دکھائے اور کسی پر حملہ کرے۔ لیکن مومن کا یہ کام ہے کہ وہ دلیری کے ساتھ پیغام حق پہنچائے پھر اگر کوئی حملہ کرے تو دلیری کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے۔ اگر اس کے پاس صداقت ہے تو وہ یقین رکھے کہ دس ہزار دشمن پر بھی خدا تعالیٰ اسے غالب کرے گا اور اگر وہ مارا بھی جائے تو اس کے لئے جنت مقدر ہے۔ ہم کس لئے دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں؟ اسی لئے کہ خدا تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کی توفیق مل جائے۔ اور اگر ایک دفعہ قتل ہو جانے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو اس سے آسان سودا اور کیا ہو گا۔ یہ چُھری تمہاری گردن پر نہیں بلکہ تمہارے نفس پر ہو گی جس کے لئے تم مدت سے کوشاں تھے۔ پس تم ڈرتے کس بات سے ہو۔ دنیا تمہارے قدموں کے نیچے ہے۔ اس نیت کے ساتھ گھروں سے نکلو کہ اس سال ہم نے ساری دنیا کو احمدی کرنا ہے۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ شہری جماعتیں تبلیغ کی طرف توجہ کریں۔ لکھنؤ کی جماعت نے کوشش شروع کی۔ پندرہ سولہ سال سے وہاں کوئی احمدی نہ ہوا تھا مگر اب مجھے بتایا گیا ہے کہ تین ماہ کی کوشش سے ہی وہاں بیس آدمی جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ جن میں بارہ کمانے والے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا جو شہری جماعتیں دوران سال میں سَو ایسے احمدی بنالیں گی جن میں سے پچاس کمانے والے ہوں گے ان کو ایک مستقل مبلغ دیا جائے گا۔ مجھے امید ہے اگر لکھنؤ والوں نے کوشش جاری رکھی تو وہ مبلغ لے سکیں گے۔ میں مستقل مبلغ دینے سے ڈرتا نہیں ہوں بلکہ میری تو خواہش ہے کہ جماعتیں اس کوشش میں کامیاب ہو کر مبلغ حاصل کرلیں۔ ہمارے پاس صداقت ہے اور صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ صداقت آخر دنیا کو ماننی ہی پڑے گی۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور دیوانہ وار پیغام حق پہنچاؤ تا خدا تعالیٰ دنیا کو اپنے رسول کے قدموں میں ڈال دے اور تا تم اسی دنیا میں جنت حاصل کر سکو۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ بزدلی کو دور کر کے ہمارے اندر بہادری بڑھائے اور اس قدر تقویت دے کہ اگر ایک کے مقابلہ میں ساری دنیا بھی ہو تو وہ پیچھے نہ ہٹے بلکہ ڈٹ جائے۔ اسی طرح میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کو صحیح فیصلوں کی اور اس کے چھوٹے افسروں کو صحیح رپورٹ کی توفیق دے اور وہ جھوٹی

رپورٹیں کرنا اور دھوکا دینا چھوڑ دیں- پھر خدا تعالیٰ آریوں کو بھی سمجھ دے- ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہم ان پر حکومت کریں وہ ابنائے وطن ہیں اور ہمیں بھائیوں کی طرح عزیز ہیں مگر ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے بزرگوں کی توہین کریں- اور اگر وہ اب بھی اس معاملہ میں ہم سے صلح کر لیں تو اب بھی وہ ہمارے اندر باپ کی سی محبت' ماں کی سی شفقت' بڑے بھائی کی سی ہمدردی اور چھوٹے بھائی کا سا ادب پائیں گے- اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ دے وہ شرافت سیکھیں اور ایسا رویہ اختیار نہ کریں جو ہمارے دلوں کو دُکھانے والا اور ملک کے امن کو برباد کرنے والا ہو

(الفضل ۱۶-اپریل ۱۹۳۱ء)

۱۔ مجمع بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۶ زیر لفظ "ارس" مطبوعہ نو لکشور ۱۳۱۴ھ

۲۔ آریہ پتھک لیکھرام ہندی صفحہ ۲۳'۲۴

۳۔ انوار اسلام صفحہ ۲۳'۲۴- روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳'۲۴